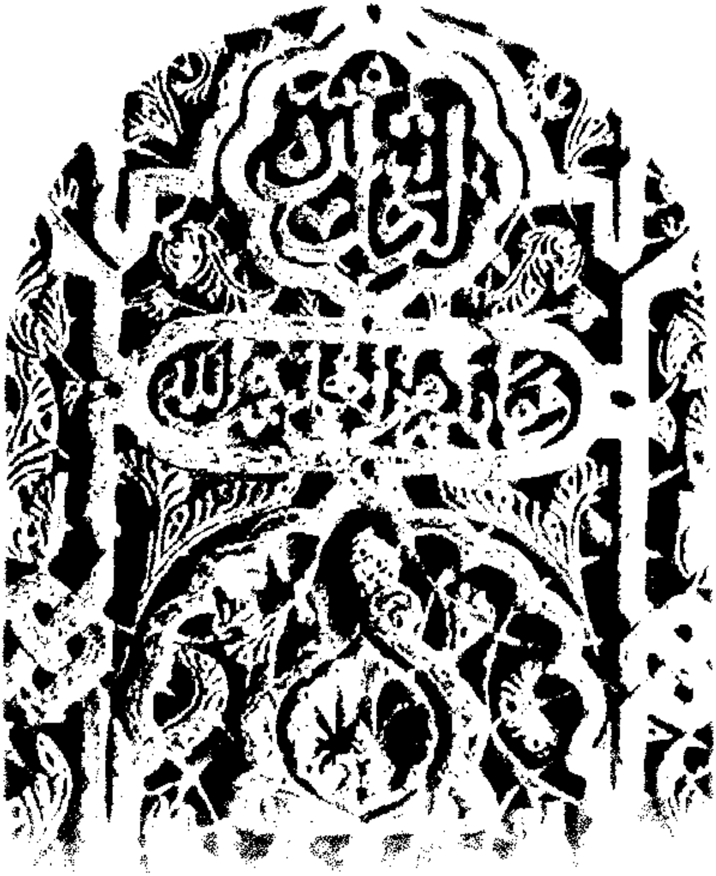
عیدگاہ کی سُنّیت



مولانا فضل الرحمٰن اعظمی

فہرستِ مضامین

عیدگاہ کی سنّت

(عیدین کی نماز شہر کے باہر میدان میں پڑھنا سنّتِ موٴکدہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اکمل لنا دیننا وجعل فیہ شعائرہ التی فیہا تقوی قلوبنا والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ النبی الامی الذی اظہر لنا دیننا وبین لنا سنتہٗ التی فیہا صلاحنا وفلاحنا وعلی اٰلہ واصحابہ الذین بلّغوا الینا ما فیہ صلاح دنیانا ونجاۃ اٰخرتنا۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دینِ مکمل عطا فرمایا۔ اور آپؐ کی حیاتِ طیبہ کو پوری انسانیت کے لئے اسوۂ حسنہ بنایا۔ آپؐ کی ہر ادا، ہر سنت میں خیرو برکت کا سمندر چھپا دیا، اس لئے مسلمان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو حتی الوسع اختیار کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے، خواہ وہ سنت انفرادی ہو یا اجتماعی۔

ان ہی سنتوں میں سے ایک سنت عیدین کی نماز کو آبادی سے باہر نکل کر میدان میں پڑھنا ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے اس کا اہتمام کیا، مسجدِ نبوی کی فضیلت کے باوجود اس کو چھوڑا اور میدان میں نکل کر عیدین کی نماز پڑھتے رہے اور اس کا

حکم بھی دیا، آج جبکہ بہت سی جگہ لوگ مساجد ہی میں عیدین کی نماز پڑھتے ہیں، مساجد کو چھوڑ کر باہر نہیں نکلنا چاہتے باوجودیکہ باہر نکل کر میدان میں پڑھنے پر قدرت حاصل ہے اس صورت حال کو دیکھ کر ضرورت سمجھی گئی کہ اس سنت کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی جائے، اسی ضرورت کے لئے یہ کتابچہ لکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ لوگ اس سنت کو زندہ کرنے کی پوری کوشش کریں گے اور عیدگاہ بنانے کی فکر اور باہر نکل کر عیدین کی نماز پڑھنے کی پوری جدوجہد کریں گے، جو اس سنت کے احیاء میں کوشاں ہوگا وہ اجرِ جزیل کا مستحق ہوگا، اخیر میں بعض جزئیات بھی درج کردی گئی ہیں، تاکہ اس سنت پر عمل کرنے پر علماء نے جو سہولتیں دی ہیں ان کا بھی علم ہوجائے۔

اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ واجعل اٰخرتنا خیراً من الاولیٰ

عیدین کی نماز شہر کے باہر میدان میں پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے

عیدین کی نمازوں کو مساجد میں ادا کرنا اور بغیر کسی عذر کے شہر کے باہر میدان میں نکل کر نہ ادا کرنا ایک بُری عادت ہے جو سنتِ مؤکدہ کے خلاف اور کراہت کا سبب ہے۔ اس کو ترک کرنا چاہیے۔ عام لوگوں کو شہر کے باہر میدان میں جاکر نماز ادا کرنا چاہئے، ہاں معذورین کے لئے مسجد میں نماز کا انتظام کردیا جائے تاکہ وہ مسجد میں پڑھ لیں تو اس کی گنجائش ہے۔

محققین علماء کرام اور مفتیانِ عظام کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنویؒ نے لکھا ہے کہ جبّانہ کی طرف نکلنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ اردو جلد ۱، صفحہ ۲۹۴ مطبوعہ کراچی) شرح وقایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے زمانے کے علماء میں اختلاف ہے اکثر نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ سنتِ مؤکدہ ہے، یہی قول کتب اصول وفروع کے مطابق ہے، جس پر جمہور متفق ہیں، بعض نے کہا کہ مستحب ہے، یہ قول باطل ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ جبانہ کی طرف نکلنا سنتِ مؤکدہ ہے اگرچہ جامع مسجد میں تمام لوگوں کی گنجائش ہو، اگر شہر کی مسجد میں بغیر عذر کے پڑھ لی تو نماز تو ہوجائے گی

لیکن سنت کے تارک ہوں گے، یہی صحیح ہے۔ (حاشیہ شرح وقایہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۲)

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ معتبر اور صحیح قول عام فقہاء کے یہاں بھی یہی ہے کہ مصلّی کی طرف عیدین کی نماز کے لئے جانا سنتِ مؤکدہ ہے اور تائید میں مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی کی کئی عبارتیں پیش کی ہیں، ان میں وہ عبارت بھی ہے جو ہم نے اوپر نقل کی ہے اور یہ بھی ہے:-

’’احادیث وسیر کی کتابوں سے ثابت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عیدین کی نماز کے لئے صحراء میں تشریف لے جاتے تھے، صرف ایک دفعہ بارش کی وجہ سے مسجد میں ادا فرمائی باوجودیکہ آپ کی مسجد دوسری جگہوں کی بہ نسبت بدرجہا افضل ہے، خلفاء راشدین نے بھی ہمیشہ باہر نکل کر نماز پڑھی اور یہ مواظبت نہ ضرورت کی وجہ سے تھی نہ عادت کے طور پر بلکہ عبادت کے طور پر تھی تا کہ کثرتِ جماعت سے ثواب زیادہ ملے اور اسلام کی شوکت بھی ظاہر ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل جلد ۵، صفحہ ۱۸۶)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ درمختار میں ہے کہ عیدین کی نماز کے لئے جبّانہ کی طرف نکلنا سنّت ہے اگرچہ جامع مسجد تمام لوگوں کی گنجائش رکھتی ہو، یہی صحیح ہے۔

اور احادیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز ایک بار کے (کہ عذرِ بارش کی وجہ سے مسجد میں ادا فرمائی) ہمیشہ میدان ہی میں تشریف لے جاتے تھے، حتیٰ کہ جن پر عذر شرعی کی وجہ سے نماز بھی نہ تھی ان کے لے جانے کا اہتمام فرماتے تھے چنانچہ بکثرت احادیث وارد ہیں پس جس امر کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قولاً وفعلاً اہتمام ہو اس کے خلاف قولاً وفعلاً اہتمام کرنا صریحاً مخالفتِ سنّت کی ہے جس کے گناہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں حدیث میں ہے، **من رغب عن سنتي فليس مني،** واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ امدادیہ مطبوعہ دیوبند جدید مبوّب جلد ۱ صفحہ ۶۱۰)

مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہٗ، احسن الفتاویٰ میں لکھتے ہیں۔ عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا سنتِ مؤکدۂ متوارثہ ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی کی فضیلت کے باوجود علیٰ سبیل المواظبت بطریق عبادت، عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا فرماتے رہے صرف ایک دفعہ بوجہ بارش آپؐ نے مسجد میں پڑھی ہے۔ (اس کے بعد زادالمعاد اور کتاب المدخل سے اس کا ثبوت پیش کیا)

نیز لکھتے ہیں کہ نمازِ عید کے لئے عیدگاہ جانا سنتِ مؤکدہ ہے۔ بلا عذر اس کا تارک لائقِ ملامت اور مستحقِ عتاب ہے، اور ترک کا عادی گنہگار رہتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ **وَ یاثم بارتکابہ كما ياثم بترك الواجب ومثله السّنة المؤكدة** یعنی مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جس طرح ترکِ واجب سے گنہگار ہوتا ہے اور سنتِ مؤکدہ کا بھی یہی حکم ہے (شامی جلد ۵، صفحہ ۲۹۵) شہر سے عیدگاہ دور ہونے کی وجہ سے ضعیفوں اور بیماروں کو تکلیف ہوتی ہو تو ان کے لئے مسجد میں انتظام کرنے کی فقہا نے اجازت دی ہے۔ (پھر اس کے ثبوت کے لئے کئی کتابوں کے حوالے دیے)۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱، صفحہ ۲۷۵)

نیز لکھتے ہیں کہ جہاں علماء نے جمعہ وعیدین وغیرہ کی اجازت دی ہو وہاں آبادی سے باہر جنگل میں عیدگاہ بنانا ضروری ہے۔ (پھر حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے اس کی حکمت نقل کی اور فرمایا) لہٰذا جس طرح ہو جلد از جلد عیدگاہ بنالیں اور جب تک عیدگاہ بنے اس وقت تک کے لئے آبادی سے باہر کوئی جگہ تجویز کرلیں، تمام مسلمان اسی میں نماز پڑھیں اور اجر عظیم کے حقدار بنیں، انشاء اللہ سبقت کرنے والے زیادہ ثواب کے حقدار ہوں گے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳، صفحہ ۷۶)

درمختار میں ہے **والخروج اليها اى الجبانة لصلوٰة العيد سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح** (درمختار مع ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۶۷۷ باب العیدین)

اس کے ذیل میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔

و فی الخلاصة والخانیة۔ السنة ان یخرج الامام الی الجبانة ویستخلف غیره لیصلی فی المصر بالضعفاء بناء علیٰ ان صلوٰة العیدین فی موضعین جائزة بالاتفاق وان لم یستخلف فله ذالك۔ (ردالمحتار جلد۱ صفحہ ۷۷۶) والجبانة هی المصلی العام ای فی الصحراء۔ (درمختار اور شامی صفحہ مذکور)

خلاصہ یہ ہے کہ جامع مسجد میں تمام لوگوں کے سما جانے کی گنجائش کے باوجود عیدین کی نماز کے لئے امام کو شہر کے باہر کھلے میدان میں جانا سنّت ہے، ہاں کمزور اور معذور لوگوں کے لئے کسی کو مقرر کر دیا جائے کہ وہ شہر میں ایسے لوگوں کو نمازِ عید پڑھا دے تو اس کی گنجائش ہے کسی کو مقرر کرنا ضروری نہیں۔

یہ تمام اقوال احناف کے ذکر کیے گئے ہیں، یہی مضمون احناف کی دیگر کتبِ فقہ و فتاویٰ مثلاً فتاویٰ عالمگیری، بدائع الصنائع، منیۃ المصلی اور اس کی شروح میں بھی مذکور ہیں، عیدین کی نماز کے بارے میں صرف احناف ہی نہیں بلکہ مالکیہ، حنابلہ اور ایک روایت کے مطابق شوافع بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ شہر کے باہر جبّانہ یعنی صحراء اور کھلی جگہ میں پڑھنی چاہیئے۔

مسلکِ مالکیہ

قال مالك لا یصلّی فی العیدین فی موضعین وَ لا یصلون فی مسجدهم ولکن یخرجون کما یخرج النبی صلی الله علیه وسلم. ابن وهب عن یونس عن ابن شهاب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج الی المصلی ثم استنّ بذالك اهل الامصار۔ (المدونة الکبری جلد۱ صفحہ ۱۷۱)

قال مالك مضت السنة لا اختلاف فیها عند نافی وقت الفطر والاضحیٰ ان الامام یخرج من منزله قدر ما یبلغ مصلاه وقد حلّتِ الصلوٰة۔

(موطا الامام مالک صفحہ ۱۶۸)

ترجمہ: امام مالکؒ نے فرمایا۔ عیدین کی نماز دو جگہوں پر نہیں پڑھی جائے گی اور لوگ اپنی مسجدوں میں بھی نہیں پڑھیں گے، بلکہ باہر نکلیں گے جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے،

ابن وہب نے یونس سے انہوں نے امام زہری سے نقل کیا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصلّٰی کی طرف نکلتے تھے پھر تمام شہروں کے لوگوں نے اس طریقہ کو اختیار کیا۔ امام مالکؒ نے فرمایا، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے وقت کے بارے میں یہ سنّت جاری ہے۔ اس میں ہمارے یہاں کوئی اختلاف نہیں کہ امام اپنے گھر سے ایسے وقت میں نکلے گا کہ مصلّٰی تک پہنچتے پہنچتے نماز کا وقت ہو جائے۔

مَسلکِ حنابلہ

علامہ ابن قدامہ الحنبلی۔ المغنی میں لکھتے ہیں۔

السنة ان یصلی العید فی المصلّٰی امر بذالك علیؓ واستحسَنهٗ الاوزاعی واصحاب الرأی وهو قول ابن المنذر وحکی عن الشافعی ان کان مسجد البلد واسعاً فالصلوٰة فیه اولیٰ لانه خیر البقاع واطهرها ولذالك یصلی اهل مکة فی المسجد الحرام ولنا ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یخرج الی المصلیٰ ویدع مسجده وکذالك الخلفاء بعدهٗ ولا یترك النبی صلی الله علیه وسلم الافضل مع قربه ویتکلف فعل الناقص مع بُعده۔

(المغنی لابن قدامة جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

ترجمہ: سنّت یہ ہے کہ عید کی نماز مصلّٰی میں پڑھی جائے۔ حضرت علیؓ نے اس کا حکم دیا، امام اوزاعی اور اصحاب الرائے نے بھی اس کو پسند کیا، یہی ابن المنذر کا بھی قول ہے، امام شافعیؒ سے یہ منقول ہے کہ اگر مسجد شہر کی کشادہ ہے تو اس میں نماز پڑھنا بہتر ہے اس لئے کہ زمین کا وہ سب سے پاک اور بہتر حصّہ ہے۔ اسی لئے مکہ مکرمہ کے لوگ مسجد حرام میں پڑھتے ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد چھوڑ کر مصلّٰی جاتے تھے، آپؐ کے بعد خلفاء راشدین بھی ایسا ہی کرتے تھے، اگر مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہوتا تو قریب کی مسجد (مسجدِ نبوی) چھوڑ کر دور کیوں جاتے جبکہ اس میں ثواب بھی کم تھا۔

مسلکِ شافعیہ

امام نوویؒ شرح مسلم میں، ابوسعید خدریؓ کی حدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج یوم الاضحیٰ ویوم الفطر الخ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو عید کے لئے مصلّٰی جانے کو مستحب کہتے ہیں اور مسجد کی بہ نسبت اس کو افضل سمجھتے ہیں، اور اسی پر اکثر شہروں میں لوگوں کا عمل ہے، البتہ مکہ مکرمہ کے لوگ پہلے زمانے ہی سے مسجد میں پڑھتے رہے ہیں۔ ہمارے اصحاب کی اس میں دو وجہیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ صحراء میں افضل ہے۔ اس کی دلیل یہی حدیث ہے، دوسری وجہ جو اکثر کے یہاں زیادہ صحیح ہے یہ ہے کہ مسجد افضل ہے، الا یہ کہ تنگ ہو الخ۔ (شرح مسلم جلد ۱، صفحہ ۲۹۰)

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے کتاب الام میں فرمایا، ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں مدینہ کے مصلّٰی کی طرف نکلا کرتے تھے، اور ایسے ہی آپ کے بعد کے لوگ بھی، سوائے بارش وغیرہ کے عذر کے، دوسرے عام شہروں کے لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں، سوائے اہل مکہ کے، پھر امام شافعی نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اس کا سبب مسجد کی وسعت اور مکہ مکرمہ کے اطراف کی تنگی ہے، فرمایا کہ اگر کوئی شہر ایسا ہو کہ اس کی مسجد وہاں کے لوگوں کے لئے کافی ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ لوگ مسجد سے نکلیں ہاں اگر مسجد تنگ ہو تو میں اس میں نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتا ہوں تاہم اعادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ (فتح الباری جلد ۲، صفحہ ۲۵۰ بحاشیہ ابن باز)

علامہ شوق نیمویؒ آثار السنن میں لکھتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں امام شافعیؒ کا جو قول نقل کیا ہے۔ امام بیہقی نے معرفۃ میں امام شافعیؒ سے اس کے خلاف نقل کیا ہے، بیہقی نے اپنی سند سے امام شافعیؒ کا یہ قول ذکر کیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں، ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مصلّٰی کی طرف جاتے تھے، ایسے ہی بعد کے لوگ بھی، اور دیگر شہروں کے لوگ بھی، سوائے اہل مکہ کے ان کے

بارے میں ہم کو معلوم نہیں کہ سلف میں سے کسی نے ان کو مسجد کے سوا میں نمازِ عید پڑھائی ہو، میرے خیال میں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ اس لئے ہے کہ مسجدِ حرام دنیا کی زمینوں میں سب سے افضل زمین ہے اس لئے لوگوں نے یہ نہیں پسند کیا کہ اہل مکہ کی نماز جہاں تک ہو سکے مسجد کے سوا میں ہو، انتہی قول الشافعی۔

بیہقی کہتے ہیں کہ مکہ کا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا اور کتاب الصلوٰۃ میں مکہ مکرمہ کی مسجد میں نماز کی فضیلت کی حدیث گذر چکی ہے، انتہی قول البیہقی۔

علامہ نیموی فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اہل مکہ کا یہ فعل امام شافعیؒ کے خیال میں جگہ کی تنگی یا وسعت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کا سبب مسجد حرام کا سب سے افضل جگہ ہونا ہے۔
(آثار السنن جلد ۲، صفحہ ۳۰۸)

نیز امام شافعیؒ کی اس تعلیل پر بھی اشکال باقی رہتا ہے کہ مسجدِ نبوی کو چھوڑ کر میدان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اختیار فرمایا۔ اگرچہ مسجد نبوی خیر بقاع الارض نہیں لیکن میدان سے تو افضل ہی ہے، پھر اس تکلّف کی کیا ضرورت تھی، یقیناً مسجد چھوڑ کر میدان جانے میں کوئی مقصد پیشِ نظر تھا، جو مسجد میں پڑھنے سے فوت ہوگا۔

مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری مدظلہ لکھتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی نے عیدگاہ میں نمازِ عید کے لئے جمع ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بتلائی ہے کہ ہر ملت کے لئے ایک دن ہوتا ہے جس میں ان کی شان وشوکت ظاہر ہوتی ہے اور ان کی تعداد اور کثرت جانی جاتی ہے، اسی وجہ سے عیدگاہ میں تمام لوگوں کے جمع ہونے کو سنت قرار دیا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستے سے آتے اور دوسرے راستے سے واپس ہوتے تھے، تاکہ دونوں راستوں کے باشندے مسلمانوں کی شان وشوکت کو اچھی طرح دیکھ لیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲، صفحہ ۱۰۵ اور فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳، صفحہ ۷۶)

حاصل یہ ہے کہ امام شافعیؒ کا یہ قول کہ مسجد میں پڑھنا افضل ہے، ضعیف ہے خواہ اس کی وجہ کچھ بھی بیان کی جائے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور جمہور مسلمین کے تعامل

کے خلاف ہے۔

جمہور کے دلائل

جمہور کی دلیل مفتیانِ کرام کے فتاویٰ میں گذر چکی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کو چھوڑ کر (جس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے) ہمیشہ باہر صحراء میں نماز ادا کی، نیز لوگوں کو مصلّٰی جانے کا حکم دیا۔ زیادہ سے زیادہ صرف ایک بار بارش کے عذر کی وجہ سے مسجدِ نبوی میں صلوٰۃ العید پڑھنے کا ذکر ابوداوٗد اور مستدرک حاکم کی ایک روایت میں آیا ہے، لیکن یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ انشاء اللہ آئندہ معلوم ہوگا، اور مصلّٰی میں پڑھنے کی روایات بہت مشہور اور صحیح ہیں۔ چند ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث (۱): **عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یخرج یوم الفطر و الاضحیٰ الی المصلیٰ فاوّل شیئٍ یبدأبه الصلوٰۃ ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی صفوفهم فیعظهم ویو صیهم ویامرهم فان کان یرید ان یقطع بعثاً قَطَعَهٗ او یامر بشیئٍ امر به ثم ینصرف۔ الحدیث۔** (بخاری شریف جلد۱، صفحہ ۱۳۱ باب الخروج الی المصلّی بغیر منبر)

ترجمہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن مصلّٰی (عید کی نماز پڑھنے کی جگہ) کی طرف نکلتے اور پہلے نماز پڑھاتے پھر فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے آپؐ ان کو وعظ ونصیحت فرماتے اور حکم دیتے، اگر لشکر روانہ کرنے کا ارادہ ہوتا تو اس کا تعین فرماتے یا اور کسی چیز کا حکم دینا ہوتا تو اس کا حکم دیتے پھر واپس آتے۔

حدیث (۲): **عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یغدو الی المصلّی فی یومِ عید والعنزۃ تحمل بین یدیه فاذا بلغ المصلّی نصبت بین یدیه فیصلی اِلَیها و ذالك ان المصلی کان فضاء لیس فیه شیئ یستتر به۔** (ابن ماجہ صفحہ ۹۲ اس کی سند صحیح ہے، اس کی اصل بخاری صفحہ ۱۷ میں موجود ہے، اور صفحہ ۱۳۳ پر بھی)

ترجمہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن صبح کو مصلّٰی تشریف لے جاتے، برچھہ آپؐ سے پہلے لے جایا جاتا۔ جب آپؐ مصلّٰی پہنچتے آپؐ کے سامنے اس کو گاڑ دیا جاتا۔ آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوکر نماز پڑھتے اور ایسا اس لئے ہوتا کہ مصلّٰی ایک کھلی جگہ تھی اس میں کوئی چیز چھپنے کے لائق نہیں تھی۔

فائدہ: اس حدیث سے مصلّٰی نبوی کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دیوار یا چھت موجود نہیں تھی، صرف ایک کھلا میدان تھا، یہی مصلّٰی کی حقیقت ہے۔

حدیث (۳): **عن البراء رضی اللہ عنہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاضحیٰ الی البقیع فصلی رکعتین ثم اقبل علینا بوجهه فقال ان اوّل نسکنا فی یومنا هذا ان نبدأ بالصلوٰۃ ثم نرجع فننحر فمن فعل ذالك فقد وافق سُنّتنا ومن ذبح قبل ذالك فانما هو شیئ عجلهٗ لاهلهٖ لیس من النسك فی شیئ۔ الحدیث۔** (بخاری شریف جلد۱، صفحہ ۱۳۳ باب استقبال الامام الناس فی خطبۃ العید)

ترجمہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید کے دن بقیع کی طرف نکلے، دو رکعت نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ آج کے دن ہمارا پہلا عمل یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں گے، پھر لوٹ کر قربانی کریں گے۔ جس نے ایسا کیا اس نے ہمارے طریقہ کے ساتھ موافقت کی اور جس نے اس سے پہلے ذبح کرلیا تو وہ ایک چیز ہے جو گھر والوں کے لئے جلد تیار کرلی (یعنی گھر والوں کو گوشت جلد مل گیا) اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں (یعنی قربانی نہیں ہوئی)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس سال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی کی مشرقی جانب جنّت البقیع کی طرف کہیں نماز پڑھی تھی، اس وقت اس طرف کوئی جگہ عید کی نماز کے لئے مخصوص ومحصور نہیں تھی اس لئے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ عیدگاہ کے لئے کسی جگہ کا اسی مقصد کے لئے وقف اور خاص کرنا ضروری نہیں اس کے بغیر بھی سنت ادا ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی جانب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کی نماز بھی پڑھتے تھے۔ (بعض روایتوں میں الرجم عند موضع الجنائز بھی آیا ہے۔

وفاء الوفاء جلد ۳، صفحہ ۷۸۳) امام بخاریؒ نے کتاب الحدود میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا۔ باب الرجم بالمصلّٰی (بخاری شریف صفحہ ۱۰۰۷) مصلّٰی میں سنگسار کرنا، اس کے ذیل میں حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا۔ جس میں یہ لفظ بھی آیا ہے۔ فَاَمَرَبِہٖ فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰی، کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنگسار کئے جانے کا حکم دیا تو مصلّٰی میں سنگسار کیا گیا، اس کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ والمراد المکان الذی کان یصلی عنده العید والجنائز وھو من ناحیة بقیع الغرقد (فتح الباری جلد ۱۲، صفحہ ۱۲۹ بتحشیة ابن باز) اور اس کی تائید میں مسلم شریف کی ایک حدیث بھی پیش کی جس میں فانطلقنا به الیٰ بقیع الغرقد کا لفظ آیا ہے اس سے امام بخاری کا مدّعیٰ ثابت ہوگیا۔ (اسی طرح کی بات علامہ عینی نے بھی لکھی ہے)۔

اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ عیدگاہ میں جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے وہ مسجدِ صلوٰۃ خمسہ کی طرح نہیں ہے۔ ہماری فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۲۶ و فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مبوب و مکمل جلد ۵، صفحہ ۳۰۰ و صفحہ ۳۲۰ و فتاویٰ محمودیہ جلد ۲، صفحہ ۳۷۵ و احسن الفتاویٰ جلد ۴، صفحہ ۲۱۶) جبکہ مسجد میں نمازِ جنازہ منع ہے۔

مصلّٰی مسجد کے حکم میں نہیں ہے اس کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں بھی عیدگاہ جاتی تھیں، حائضہ عورتیں بھی بلکہ ان کو لے جانے کا حکم تھا جیسا کہ اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس کا حکم ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ عورتوں کا بحالت حیض مسجد میں جانا منع ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۰)

صحیح بخاری میں ایک باب ہے الاضحیٰ والمنحر بالمصلّٰی اس کے ذیل میں ایک حدیث ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یذبح وینحر بالمصلّٰی (صحیح بخاری جلد ۲، صفحہ ۸۳۳) اس سے بھی معلوم ہوا کہ مصلّٰی مسجد کے حکم میں نہیں، اس لئے کہ مسجد میں قربانی جائز نہیں ہے۔ کما ھو اظھر من البیان کوئی تاویل خلاف ظاہر ہوگی، علامہ سمہودی نے ان لوگوں کی سخت تردید کی ہے جو عیدگاہ کو مسجد کے حکم میں مانتے ہیں۔

(وفاء الوفاء جلد ۳، صفحہ ۷۸۴)

حدیث (۴): **عن عبدالرحمٰن بن عابس قال سمعت ابن عباس رضی اللہ عنه قیل له اشھدتَ العید مع رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلم! قال نعم ولو لا مکانی من الصغر ما شھدته حتّٰی اتی العلم الذی عند دار کثیر بن الصلت فصلّٰی ثم خطب۔ الحدیث** (بخاری شریف صفحہ ۱۳۳ باب العلم بالمصلّٰی)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عابسؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید میں شریک تھے؟ فرمایا ہاں۔ میں بچہ تھا لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی تعلق کی وجہ سے شریک ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نشان کے پاس آئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس تھا، نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، علم ابھری ہوئی چیز کو کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ کوئی علامت بنا رکھی تھی جس سے وہ جگہ پہچانی جاتی تھی کثیر بن الصلت بڑے تابعی ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ اپنے بھائیوں کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے تھے۔ ان کا یہ گھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بعد بنایا گیا تھا لیکن وہ گھر اس علاقہ میں مشہور تھا اس لئے مصلّٰی کا تعارف اس گھر سے قُرب کے ساتھ کرایا جاتا تھا تاکہ سامعین کو سمجھنے میں سہولت ہو۔

ابن سعد نے فرمایا کہ کثیر بن الصلت کا گھر عیدگاہ کی جانب قبلہ میں تھا وادیِ بطحان جو مدینہ منورہ کے بیچ میں ہے اس کے بطن میں یہ گھر بلند تھا۔ (فتح الباری جلد ۲، صفحہ ۴۴۹ و ۴۶۵)

مصلّٰی کے جائے وقوع کے بارے میں علامہ سمہودی کی تحقیق

مدینہ منورہ زادہا اللہ تشریفاً وتکریماً کے مقاماتِ مقدسہ کے بہت بڑے ماہر اور محقق مصنّف علامہ علی بن احمد سمہودیؒ متوفی ۹۱۱ھ نے مدینہ منورہ کی مصلّٰی (عید کی نماز پڑھنے کی جگہ) کے متعلق جو تحقیق پیش کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

علامہ سمہودی (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ میں) لکھتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جگہوں پر عید کی نماز پڑھی، ایک سال کہیں، تو دوسرے سال کہیں پھر اخیر میں اس جگہ پڑھتے رہے جس کو مصلّٰی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق پہلی عید کی نماز آپؐ نے حکیم بن عدّاء کے گھر کے صحن میں اصحاب محامل کے پاس پڑھی تھی، یہ جگہ آج غالباً وہی ہے جو بازار کے اوپری حصّہ میں مسجدِ علی کے نام سے مصلّٰی کے قریب مشہور ہے۔ یہیں بقرعید کی نماز بھی پڑھی تھی یہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے صحابہ نے اپنی اپنی قربانیاں بھی کی تھیں اور اُٹھا کر گھر لائے تھے دراصل یہ گھر حکیم کے والد العدّاء بن خالد بن ھوذہ کا تھا اس کو دار ابی یسار بھی کہا جاتا تھا۔ (وفاء جلد ۳ صفحہ ۷۸۰)

پھر ایک سال آپؐ نے حارۃ الدوس میں ابن ابی الجنوب کے گھر کے پاس عید کی نماز پڑھی۔ سمہودی فرماتے ہیں، ابن ابی الجنوب کا گھر حرۂ غربیہ میں تھا جو وادی بطحان کے مغرب میں واقع ہے۔ (وفاء جلد ۳ صفحہ ۷۸۰ و ۷۸۳)

ابو داؤد میں بکر بن مبشر انصاری کا قول مذکور ہے کہ میں صحابۂ کرام کے ساتھ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن مصلّٰی جاتا تھا، ہم وادیِ بطحان سے گذر کر مصلّٰی پہنچتے تھے، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ کر وادیِ بطحان کے بطن سے گذر کر واپس گھر آتے تھے۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

سمہودی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپؐ نے عید کی نماز عبداللہ بن درہ مزنی کے گھر کے پاس، دار معاویہ اور دار کثیر بن الصلت کے درمیان ادا فرمائی۔ مُزَینہ کے گھر مصلّٰی کے مغربی جانب قبلہ کی طرف (یعنی جنوب میں) واقع تھے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا گھر کثیر بن الصلت کے گھر کے مقابل میں تھا اور کثیر کا گھر مصلّٰی کے قبلہ کی طرف تھا۔ لہٰذا یہ جگہ مصلّٰی معروف کے مغرب یا مشرق میں رہی ہوگی، غالباً مغربی جانب۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ صفحہ ۷۸۰ و ۷۸۳)

ایک دفعہ آپؐ نے عید کی نماز ان پتھروں کے پاس پڑھی جو حنّاطین کے پاس مصلّٰی میں تھے۔ سمہودی لکھتے ہیں، اس کی جہت مجھے معلوم نہیں، ہاں جو ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ یہ مصلّٰی کے

اِردگرد ہے اور بعض حصّہ اس کا بازار میں ہوگا اس لئے کہ اس میں حنّاطین کا ذکر ہے۔ ایک مسجد، مسجدِ ابوبکر کے نام سے مشہور ہے یہ جگہ بظاہر ان جگہوں میں سے ہے جہاں آپؐ نے کبھی عید کی نماز پڑھی ہے۔ (ایضاً و ایضاً)

پھر آپؐ نے محمد بن عبداللہ بن کثیر بن الصلت کے گھر کی جگہ میں نماز پڑھی ہے اس کے بعد اس جگہ نماز پڑھی جہاں آج لوگ پڑھتے ہیں (یعنی مصلی معروف میں) اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وفات تک اس جگہ پڑھتے رہے جس کو آج المصلّٰی کہا جاتا ہے، سمہودی کہتے ہیں کہ وہ جگہ آج مسجد المصلّٰی سے معروف ہے۔ (وفاء جلد ۳ صفحہ ۷۸۰ و ۷۸۱)

سمہودی یہ بھی کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عید کی نماز پڑھنے کی جگہ کوئی عمارت نہیں تھی نہ مسجد بلکہ کھلا میدان تھا وہاں عمارت بنانے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع بھی فرمایا تھا جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ اسی لئے وہاں رجم بھی ہوا، بعض علماء کہتے ہیں کہ مصلّٰی کو مسجد کا حکم حاصل ہے۔ اگرچہ وہ وقف نہ ہو یہ مردود ہے۔ جس نے بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّٰی کو دیکھا ہے اور جس کو یہ معلوم ہے کہ وہ جگہ بازارِ مدینہ تک پھیلی ہوئی ہے اور اس میں لوگوں کے گھر اور سڑکیں ہیں اس کو اس کی غلطی کا یقین ہوگا، اور حدیث میں جس رجم کا ذکر ہے اس کو مصلّٰی کے قرب پر محمول کرنا لفظ کے مقتضٰی کے خلاف ہے، آج وہاں مسجد بنی ہوئی ہے وہ مصلّٰی کے بعض حصّہ میں ہے، اس کے اور مسجدِ نبوی کے درمیان ایک ہزار ذراع کا فاصلہ ہے جیسا کہ ابوغسان کنانی تلمیذ امام مالک نے بیان کیا ہے۔ میں نے بھی اندازہ کیا تو ایسا ہی پایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی فی یوم عید الی العَلَم الذی عند دار کثیر بن الصلت الخ میں یہی جگہ مراد ہے۔ گویا لوگوں نے وہاں مسجد بننے سے قبل کوئی علامت بنائی تھی جس سے وہ جگہ پہچانی جاتی تھی۔ علَم سے مراد وہی نشان ہے، مسجد ابوبکر اور مسجدِ علی کے نام سے جو مسجدیں ہیں غالباً ان جگہوں پر بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نماز پڑھی تھی، آپؐ ہی کے اتباع میں ابوبکر و علی نے بھی یہاں عید کی نمازیں پڑھی ہوں گی اسی لئے ان حضرات کی طرف یہ مسجدیں منسوب ہوئیں ابوبکر و علی رضی اللہ

عنہا نے مسجدِ نبوی چھوڑ کر نمازِ پنجگانہ کے لئے کوئی خاص مسجد نہیں بنائی تھی۔

(وفاء جلد ۳، صفحہ ۷۸۱ و ۷۸۴)

یہ جگہ مسجد نبوی سے مغربی جانب واقع ہے، بخاری صفحہ ۱۳۳ کی ایک روایت میں جو خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم **یوم الاضحی الی البقیع** آیا ہے اس سے مراد اگر بقیع الغرقد ہے تو پھر کسی ایک سال کا واقعہ ہوگا ورنہ مطلقاً مصلی بولکر مشرقی جانب کی جگہ مراد نہیں لی جاتی اس لئے باب الرجم بالمصلّٰی (بخاری صفحہ ۱۰۰۷) میں مصلّٰی سے مراد مشرقی جانب کو لینا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے کیا ہے غریب ہے (وفاء جلد ۳، صفحہ ۷۸۳) سمہودی کہتے ہیں، میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ بخاری کی حدیثِ بَراء، خرج الی البقیع۔ میں بقیع سے مراد بقیع الغرقد (مدینہ کا قبرستان مسجد سے جانب مشرق) نہیں بلکہ اس سے مراد بقیع الخیل مدینہ کا بازار ہے، ایک سال یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی جیسا کہ پہلے گذرا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث، **انی ابیع الابل بالبقیع بالد راھم و آخذ مکانھا الدنا نیر** (ترمذی مع العرف جلد ۱، صفحہ ۲۳۵) میں یہی جگہ مراد ہے، یعنی مدینہ کا بازار (مسجد سے مغربی جانب)۔

ہاں جنازہ کی جگہ بیشک مسجد کے مشرقی جانب باب جبریئل کے پاس تھی لیکن وہ بقیع کا حصہ نہیں۔ (وفاء جلد ۳، صفحہ ۷۸۳)

لیکن روایت میں الی البقیع آیا ہے یعنی بقیع کی طرف مراد جانبِ مشرق نکلے۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ قبرستان میں نمازِ عید پڑھی اور حافظ ابن حجرؒ نے مسلم سے بقیع الغرقد کا لفظ بھی نقل کیا ہے، اس لئے ہمارے خیال میں حدیثِ بَراء میں تو بقیع سے بقیعِ غرقد مراد ہو اور یہ کسی ایک سال کا واقعہ ہو جب مغربی جانب مختلف جگہوں پر نماز پڑھنا سمہودی مانتے ہیں تو کسی سال مشرقی جانب نماز پڑھنا بھی ممکن ہے، البتہ حدیث عمرؓ میں بقیع الخیل مراد ہونا ظاہر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث (۵): **عن جماعةٍ من الانصار ان رکباً جاء وا الی النبی صلّی علیه وسلم یشهدون انّهم رأو الهلال بالامس فامرهم ان یفطروا واذا اصبحوا ان یغدوا الی مصلا هم۔**

(ابوداؤد صفحہ ۱۶۴ باب اذا لم یخرج الامام للعید من یومہ یخرج من الغد وشرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۱۸۹)

ترجمہ: انصاری سواروں کی ایک جماعت نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر یہ گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ آج افطار کریں اور کل صبح اپنی عیدگاہ جائیں۔

فائدہ: اس روایت میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو مصلّٰی جانے کا حکم مذکور ہے اس سے جہاں عید کی نماز کا عیدگاہ میں وجوب معلوم ہوتا ہے، یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں عید کی نماز کے بارے میں یہی تصور تھا کہ وہ مصلّٰی (مسجد کے سوا کہیں باہر) میں ہوتی ہے نہ کہ مسجد میں۔

حدیث (۶): **فقال ابو سعید فلم یزل الناس علیٰ ذالك حتیٰ خرجت مع مروان وهو امیر المدینة فی اضحیٰ او فطر فلما اتینا المصلّی اذا منبر بناه کثیر بن الصلت (الی قوله) فقلت له غیّرتم والله فقال ابا سعید قد ذهب ما تعلم فقلت ما اعلم والله خیرٌ مما لا اعلم فقال ان الناس لم یکونوا یجلسون لنا بعد الصلوٰة فجعلتها قبل الصلوٰة۔** (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ باب الخروج الی المصلّٰی بغیر منبر)

ترجمہ: ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ پھر لوگ اسی طریقہ پر رہے حتیٰ کہ میں مروان کے ساتھ نکلا جبکہ وہ مدینہ کے امیر تھے۔ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں، جب عید کی جگہ پہنچے تو دیکھا کہ کثیر بن الصلت نے منبر بنا رکھا ہے، مروان نماز سے پہلے اس پر چڑھنا چاہتا تھا، میں نے اس کا کپڑا کھینچا، اس نے مجھے کھینچا پھر منبر پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا میں نے کہا (مروان!) واللہ تم لوگوں نے (سنت) بدل دی، اس نے کہا اے سعید۔ جو تم جانتے ہو وہ اب نہیں رہا، میں نے کہا میں جو جانتا ہوں بخدا وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا تو اس نے

(مروان نے) کہا۔ لوگ نماز کے بعد ہماری بات سننے کے لئے نہیں بیٹھتے ہیں اس لئے میں نے خطبہ نماز سے پہلے کر دیا۔

یہ حدیث نمبر ا کا قصہ ہے **فلم یزل الناس علیٰ ذالك** سے ان تمام باتوں کی طرف اشارہ ہے جو ماقبل میں مذکور ہیں، یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین بھی اسی طرح مصلّٰی کی طرف نکلتے اور بغیر منبر کے پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز کے بعد خطبہ دیتے۔ مروان نے اس کی مخالفت کی کہ منبر بنوایا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ اس روایت سے خلفاء راشدین کا مصلّٰی کی طرف خروج ثابت ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ کثیر کا گھر مصلّٰی کے قبلہ میں تھا اور کثیر نے خاص طور سے یہ منبر اس لئے بنایا کہ ان کا گھر مصلّٰی کے متصل تھا اور یہ منبر مٹی اور کچی اینٹ کا تھا۔ (فتح الباری جلد ۲، صفحہ ۴۵۰) پہلے یہ گذر چکا ہے کہ کثیر کے گھر کے مقابل حضرت معاویہؓ کا گھر تھا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ مصلّٰی کا تمام گھروں سے بالکل دور ہونا ضروری نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں مصلّٰی کے آس پاس کچھ مکانات بن گئے تھے لیکن مصلّٰی کو تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اور ابو سعیدؓ نے اس پر نکیر نہیں کی، خاص تقدیم خطبہ پر نکیر کی جو سنت کی تغییر ہے۔

حدیث(۷): **عن علی رضی اللہ عنه قال من السنة ان یمشی الرجل الی المصلّٰی قال والخروج یوم العیدین من السنة ولا یخرج الی المسجد الا ضعیف او مریض لکن اخرجوا الی المصلّٰی۔ الحدیث**

(رواہ البیہقی عن الحارث عن علیؓ جلد ۳، صفحہ ۳۱۱ من السنن الکبریٰ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت ہے یہ کہ آدمی پیدل عیدگاہ جائے اور فرمایا عیدین کے دن مصلّٰی جانا سنت ہے۔ مسجد صرف کمزور اور بیمار جائیں عام لوگ مصلّٰی جائیں۔

یہ روایت حارث اعور سے مروی ہے جو ضعیف راوی ہیں، لیکن گذشتہ روایات سے جو بات ثابت ہو چکی ہے یہ روایت اس کی تائید کرتی ہے، ایسی روایت تائید میں پیش کی جاتی ہے۔

حدیث(۸): **عن انس بن مالك رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خرج الی المصلّٰی یستسقی فبدأ بالخطبة ثم صلّٰی وکبّر واحدة افتتح بها الصلوٰة وقال هٰذا مجمعنا ومستمطرنا و مدعانا لعیدنا ولفطرنا واضحانا فلا یبنیٰ فیه لبنة علی لبنة ولا جهة و رواه ابن زبالة الا انه قال: ثم قال هٰذا مجتمعنا ومستمطرنا ومدعانا لعیدنا فطرنا واضحانا۔ الحدیث۔** (وفاء الوفاء للسمہودی جلد ۳، صفحہ ۷۹۲) **ولم یذکر سنده ولم یحکم علیه۔**

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصلّٰی کی طرف بارش کی دعاء کے لئے نکلے پہلے خطبہ دیا پھر نماز پڑھی۔ ایک تکبیر کہی جس سے نماز شروع کی اور فرمایا یہ ہمارے جمع ہونے اور بارش طلب کرنے کی جگہ ہے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے بھی دعا کرنے کی جگہ ہے یہاں اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی جائے گی اور نہ چھت بنائی جائے گی۔

فائدہ: اس روایت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ کو عید اور بقرعید نیز استسقاء کی جگہ بتایا، اور یہ کہ یہاں کوئی تعمیر نہیں ہوگی۔

مسجد میں عید کی نماز

مسجد میں عید کی نماز پڑھنے کا ذکر ایک روایت میں آیا ہے لیکن وہ ضعیف ہے، ابو داؤد صفحہ ۱۶۴ میں وہ روایت اس طرح ہے۔

حدثنا الربیع بن سلیمان عن عبداللہ بن یوسف قال عن الولید بن مسلم عن رجل من الفرویین (اس جگہ ابو داؤد میں ابن رجل من الفرویین غلط چھپا ہوا ہے) **وسماه الربیع فی حدیثه عیسیٰ بن عبدالاعلی بن ابی فروة سمع ابا یحییٰ عبیداللہ التیمی یحدث عن ابی هریرة رضی اللہ عنه انه اصابهم مطر فی یوم عید فصلیٰ بهم النبی صلی اللہ علیه وسلم صلوٰة العید فی المسجد۔** (ابو داؤد صفحہ ۱۶۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید کے دن بارش ہوگئی تو حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عید کی نماز مسجد میں پڑھائی۔

یہ روایت ابن ماجہ صفحہ ۹۳ پر اور مستدرک حاکم میں بھی تقریباً اسی سند سے مروی ہے۔ مستدرک جلد ۱، صفحہ ۲۹۵ حاکم میں ابن ابی فروہ کے بجائے عن ابی فروہ چھپا ہوا ہے جو بظاہر غلط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث کا ضعف

اس کی سند میں عیسیٰ بن عبدالاعلیٰ، مجہول ہیں۔ (تقریب للحافظ ابن حجر صفحہ ۲۷۱) امام ذہبی نے فرمایا، لا یکاد یعرف والخبر منکر یعنی عیسیٰ معروف نہیں اور یہ روایت منکر ہے۔ (بذل المجہود جلد ۲، صفحہ ۲۱۲ طبع کراچی) دوسرے راوی ابو یحییٰ عبیداللہ تیمی بھی مجہول الحال ہیں، امام ذہبی نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ (مہذب سنن بیہقی صفحہ ۱۶۰) **قال احمد لا یعرف وقال الامام الشافعی لا نعرفہ وقال ابن القطان الفاسی مجہول الحال،** یعنی امام احمد نے فرمایا کہ یہ معروف نہیں، امام شافعیؒ نے فرمایا ہم ان کو نہیں جانتے، ابن القطان نے کہا یہ مجہول الحال ہیں (بذل المجہود جلد ۲، صفحہ ۲۱۲) حافظ ابن حجر نے تقریب میں صفحہ ۲۲۵ پر اگرچہ ان کو مقبول کہا ہے لیکن التلخیص الحبیر جلد ۲، صفحہ ۸۳ میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

نوٹ: اس حدیث کے بارے میں حاکم اور ذہبی نے تساہل سے کام لیا ہے جیسا کہ ائمہ مذکورین کے کلام سے ظاہر ہے۔

اس روایت کے ضعیف ہونے کی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دفعہ بھی مسجدِ نبوی میں نمازِ عید پڑھنا ثابت نہیں ہو سکے گا، تاہم اگر اس حدیث کو کسی درجہ میں معتبر مان لیا جائے تو عذر کی صورت میں مسجد میں پڑھنا ثابت ہو سکے گا نہ کہ بغیر عذر کے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت سے بھی ضعفاء اور بیماروں کے لئے گنجائش معلوم ہوتی ہے یہی بات ہمارے فقہاء کرام نے فرمائی ہے جیسا کہ درمختار کی عبارت مذکورہ فی الصدر سے ظاہر ہے۔

خلاصۂ کلام

مذکورہ دلائل کی روشنی میں جمہور ائمہ مجتہدین کا مسلک یہی ہے کہ نمازِ عیدین شہر کے باہر کسی طرف میدان میں پڑھنا سنت ہے اور یہ سنتِ مؤکدہ ہے اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے اس پر مواظبت فرمائی ہے اور یہ مواظبت قصداً کسی خاص مصلحت کے تحت بطریق عبادت ہوئی ہے (جیسا کہ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کا کلام شروع میں ذکر ہوا) اس کے خلاف کرنا اور کہنا سنت کی مخالفت ہوگی جس کے گناہ ہونے میں کوئی شبہہ نہیں (جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مفتی عبدالرحیم لاجپوری مدظلہٗ کے کلام میں اس کا ذکر آ چکا ہے) **واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل،** ہاں ضعفاء اور بیماروں کے لئے مسجد میں نمازِ عیدین کا انتظام کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جبکہ ان کو عیدگاہ جانے میں دشواری ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عیدگاہ سے متعلق کچھ سوالات اور ان کے جوابات

سوال ۱:- جب تک عیدین کی نماز کے لئے شہر کے باہر مستقل جگہ حاصل نہیں ہوتی، کیا شہر کے کنارے یا شہر کے اندر کھلے میدانوں، مدارس و اسکول کے میدانوں، پارکوں اور کھیل کود کے میدانوں میں عید کی نماز پڑھنے سے سنت ادا ہوگی؟ یہ میدان جبانہ اور صحراء کے قائم مقام ہوں گے؟ جن کا ذکر فقہ کی کتابوں میں ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ لہو و لعب اور کھیل کود کی جگہوں پر نمازِ عیدین نہیں پڑھنی چاہئے اس سے سنت ادا نہیں ہوگی، زمین خرید کر اس کو عیدین کے لئے وقف کرنا ضروری ہے۔

سوال ۲:- شہر کے باہر کھلے میدان عیدگاہ کے قائم مقام ہوں گے یا نہیں؟

سوال ۳:- ایسے میدانوں میں عیدین کی نماز پڑھنا مساجدِ مختلفہ میں پڑھنے سے اولیٰ اور بہتر ہے یا مساجدِ مختلفہ میں، بعض علماء مساجد میں پڑھنے کو اولیٰ اور بہتر بتاتے ہیں۔

سوال ۴:- بعض شہر بہت بڑے ہیں، شہر سے باہر جانے میں بڑی دشواری ہوگی ایسے شہروں میں حدودِ شہر ہی میں کسی کھلی جگہ پڑھ لینے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب والتوفیق من اللہ الملھم بالصواب۔

(۱) گذشتہ تفصیل سے یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے اتباع میں عیدین کی نماز شہر کے باہر صحراء کھلی جگہ میں پڑھنی چاہئے جس کو فقہاء کرام رحمہم اللہ جبّانہ سے تعبیر کرتے ہیں، جیسا کہ درمختار اور شامی کی پیش کردہ عبارت سے ظاہر ہے وہ صحراء اور میدان مسلمانوں کا اپنا مملوک ہو تو بہتر ہے اور عیدین کی نماز کے لئے وقف کردیا گیا ہو تو اور بہتر ہے، لیکن سنت کی ادائیگی کے لئے ہمارے خیال میں (واللہ اعلم) اس کا مسلمانوں کا مِلک ہونا یا موقوف ہونا شرط نہیں، اس کے شرط ہونے کی کوئی دلیل ہم کو معلوم نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جگہوں پر عیدین کی نماز پڑھی جیسا کہ علامہ سمہودیؒ کی ذکرکردہ تفصیل سے معلوم ہوا، پھر وہ جگہیں دوسرے کاموں میں استعمال ہوئیں، اگر وہ جگہیں وقف ہوتیں تو بظاہر ان میں اس طرح کا تصرف نہ کیا جاتا۔

اس لئے کسی بھی کھلے میدان میں پڑھنے سے سنت ادا ہوجائی گی البتہ مسلمان ایسی جگہ خرید کر اس کو وقف کرلیں تو بہتر ہے تاکہ اس کی حفاظت ہوسکے اور وہ زمین نماز عیدین پڑھنے ہی کے لئے ہو۔ دوسرے کسی نامناسب کام میں استعمال نہ ہو، ہندو پاک کے مسلمانوں نے اپنے شہروں کے کنارے بہت سی ایسی جگہیں خرید کر تیار کرلی ہیں، جنوبی افریقہ کے مسلمان بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر اس کی طرف توجہ کریں اور کوشش کریں، اور بہت جلد اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے، اور کوشش سے ہر کام آسان ہوتا ہے، یہ جگہ شہر کے باہر ہونی چاہئے۔

شہر کے اندر میدان میں پڑھنے سے ہمارے خیال میں سنت ادا نہ ہوگی، اس لئے کہ ہمارے فقہاء نے شہر کے باہر کی قید لگائی ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہر اور آبادی کے باہر تشریف لے جاتے تھے۔

مدارس کے میدان اگر شہر سے باہر ہوں تو ان میں پڑھنے سے بھی سنت ادا ہوگی، رہے اسکولوں اور کالجوں کے میدان، اسی طرح پارک اور کھیل کود کے میدان تو یہ صحیح ہے کہ ایسی جگہیں نماز پڑھنے کے لئے موزوں اور مناسب نہیں، تاہم جب تک مستقل جگہ مسلمان حاصل نہ کر پائیں اس وقت تک ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے سے جبکہ وہ شہر کے باہر ہوں سنت ادا ہوجائے گی اس لئے کہ شریعتِ مطہرہ کا جو منشاء ہے یعنی شہر کے باہر کھلی جگہ مسلمانوں کا جمع ہونا اور نماز پڑھنا ذکر و دعا کرنا۔ وہ یہاں بھی حاصل ہے، لیکن چونکہ یہ جگہیں لہو ولعب کی ہیں، اس لئے بہت مناسب نہیں۔ تاہم چونکہ بوقتِ نماز وہاں کوئی ایسی قبیح شئے نہیں اس لئے نماز ہوجائے گی۔

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۶۲ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ گرجا (چرچ) میں نماز پڑھتے تھے جبکہ اس میں تصویر یا مجسمے نہ ہوں۔ دیکھئے گرجا جو یہود ونصاریٰ جیسے مشرکین کی عبادت گاہ ہے جب وہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے تو کھیل کود کے میدانوں میں بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

بازار میں نماز پڑھی جاسکتی ہے، صحیح بخاری جلد ۱، صفحہ ۶۹ میں ہے کہ جماعت کی نماز آدمی کے گھر کی نماز اور بازار کی نماز سے ۲۵ درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے، معلوم ہوا کہ بازار میں بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے گو جماعت نہ ہونے کی وجہ سے ثواب کم ہوگا اگر بازار میں جماعت کرلی جائے تو وہاں بھی ۲۵ درجہ کا ثواب ملے گا، جبکہ ازروئے حدیثِ صحیح بازار روئے زمین پر سب سے بُری جگہ ہے، شر البقاعِ اسواقھا، جب شر البقاع میں نماز پڑھی جاتی ہے، تو مذکورہ میدان میں بھی پڑھی جائے گی۔

جنوبی افریقہ میں بارہا ایسی جگہوں پر تبلیغی اجتماعات ہوتے رہتے ہیں ایک دینی فضا قائم ہوجاتی ہے، نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ دینی بیانات ہوتے ہیں، کسی کو اس وقت نماز پڑھنے میں کوئی کراہت اور ناگواری محسوس نہیں ہوتی۔

لوگ سفر کے دوران گرجوں کے پاس نمازیں پڑھتے ہیں، ان میں علماء کرام اور مفتیان عظام بھی ہوتے ہیں باوجودیکہ وہاں عریاں بے حیا عورتوں کی آمد و رفت ہوتی ہے، دوسری

خلافِ شرع چیزیں بھی ہوتی ہیں، لیکن ایک طرف علیحدہ ہوکر پڑھ لیتے ہیں۔ کیا ایسی جگہ جماعت کا ثواب بھی نہیں ملے گا؟

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری مدظلہ کا ایک کلام پہلے ذکر ہو چکا ہے نیز لکھا ہے جب تک عیدگاہ کے لئے موزوں جگہ میسّر نہ آئے جنگل وغیرہ میں نمازِ عید کے لئے کوئی جگہ اس کے مالکین یا منتظمین یا حکومت کی اجازت سے متعین کی جاسکتی ہے........ بلکہ اگر یہ مقصد ہو کہ شہر کے باہر ایک عظیم وکثیر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے اسلام کی شان وشوکت معلوم ہوگی اور لوگوں کے اندر عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا اور شرعی عیدگاہ بنانے کی فکر کریں گے تو عنداللہ ماجور ہوں گے، انشاءاللہ تعالیٰ۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۵، صفحہ ۷۳)

حضرت مفتی نظام الدین صاحب مدظلہ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند۔ اسی طرح کے ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں (فقہاء کرام کی عبارات ذکر کرنے کے بعد)۔

پس عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا دشواریوں میں ان مذکورہ میدانوں میں خواہ کالج وغیرہ کا میدان ہو خواہ کھیل کود کا میدان ہو سب میں جبکہ ان میں نمازِ عید ادا کرنے کی اجازت ہو اور وہ میدان پاک وصاف ہوں تو ان سب میں نمازِ عیدین ادا کرنے سے فضیلت نمازِ جبّانہ حاصل ہوگی۔ (فتویٰ مفتی نظام الدین صاحب مدظلہٗ)

اور مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب مدظلہ استاد حدیث دارالعلوم دیوبند بھی لکھتے ہیں۔ ''اسی طرح کھیل کا میدان یا کوئی اور وسیع قطعۂ زمین بھی صحراء کے قائم مقام ہوگا، مساجد میں عیدین کی نماز ادا کرنے سے افضل اور بہتر کسی ایسے ہی میدان میں مجتمع ہوکر اکٹھا نماز ادا کرنا ہے۔'' (ان دونوں فتوؤں کا فوٹو ہمارے پاس موجود ہے)۔

ان تصریحات کے بعد اس میں شبہ نہیں رہ جاتا کہ شہر کے باہر جو کھلی جگہ ملے اسی میں عیدین کی نماز پڑھنی چاہئے، مسجد میں نہیں، مسجد میں پڑھنے سے سنتِ مؤکدہ کا ترک لازم آتا ہے (اور خروج الی الجبانہ میں جو مصلحت ہے وہ فوت ہوجاتی ہے)۔

(۲) جو بھی میدان شہر کے باہر ہو وہ عیدگاہ کا قائم مقام ہے، جیسا کہ اوپر کی تصریحات سے معلوم ہوا جس کو بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے مصلّی (عیدگاہ) کی تحقیق ہوگی اس کے نزدیک عیدگاہ کا مفہوم اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ کھلا ہوا میدان ہو اور شہر کے باہر ہو۔ فقہاء کرام نے بھی اس کے سوا اور کوئی قید نہیں لگائی۔ عیدگاہ نبوی میں نہ منبر تھا نہ دیواریں نہ کوئی نشان، بعد میں لوگوں نے وہاں کوئی نشان بنا لیا تھا اور مروان کے زمانے میں معمولی سا منبر تھا۔ ہمارے بعض فقہاء نے بھی منبر بنانے کو بہتر کہا ہے لیکن عیدگاہ کے لئے اس کو شرط نہیں قرار دیا ہے، نہ ہی وقف کئے جانے کو۔ اس لئے شہر کے باہر کے میدان جن میں عیدین کی نماز پڑھی جائے وہ عیدگاہ کہلائیں گے، لیکن چونکہ بہت سے ذہنوں میں عیدگاہ کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہاں دیوار بھی ہو، منبر بھی ہو اور وہ جگہ اسی کے لئے خاص اور وقف بھی ہو اس لئے یہ کہا گیا کہ ایسے میدان عیدگاہ کے قائم مقام ہیں۔ واللہ اعلم

(۳) ایسے میدانوں میں نمازِ عیدین پڑھنا بہر حال مساجدِ مختلفہ میں پڑھنے سے بہتر اور اولیٰ ہے بلکہ میدانوں میں پڑھنا سنت ہے اور بلا عذر مساجد میں پڑھنا جائز لیکن خلافِ سنت ہے، جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، نیز ان سے قبل مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی اور مفتی عزیز الرحمٰن رحمہم اللہ کے فتاویٰ میں یہ بات صراحۃً مذکور ہے کہ میدان میں پڑھنا سنت ہے۔ فقہاء بھی ضعفاء کے لئے مسجد میں انتظام کرنے کی اجازت دیتے ہیں، غیر معذورین کے لئے جبّانہ ہی جانے کو لکھتے ہیں۔ احادیث کا تقاضہ بھی یہی ہے کما مرّ۔

بعض حضرات جو مسجد میں پڑھنے کو افضل بتاتے ہیں وہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک فتوے سے استدلال کرتے ہیں۔ جس میں حضرت نے رنڈی (فاحشہ عورت) کی بنائی ہوئی عیدگاہ اور گرجا کے میدان میں عید کی نماز پڑھنے کے بالمقابل مسجد میں پڑھنے کو اولیٰ قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ امدادیہ جلد ۱، صفحہ ۶۷۷)

ہمارے خیال میں حضرت نے رنڈی کے ہاتھ کی بنائی ہوئی عیدگاہ سے اس لئے منع فرمایا کہ اس کی کمائی حرام ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہوگا۔ رہا گرجا گھر کا میدان تو اس سے

حضرت نے اس لئے روکا ہوگا کہ وہاں نماز پڑھنے کے لئے گرجا کے ذمہ دار جو مذہبی پادری ہوں گے ان سے اجازت لینی پڑے گی، اس میدان میں مسلمان کا کوئی حق اور حصّہ نہیں اس میں ایک طرح کی ذلت محسوس ہوگی اس لئے فرمایا کہ اس سے بہتر مسجد میں پڑھ لینا ہے گویا وہاں کے مسلمانوں کو معذور قرار دیا۔

لیکن سرکاری پارکوں یا اسکول وکالج کے میدانوں میں مسلمانوں کا بھی حق ہے اس لئے کہ حکومت ان سے بھی پیسے (ٹیکس) لیتی ہے اور وہ ملک کے تمام باشندوں کے لئے ہیں۔ اسی لئے تمام مذاہب کے لوگ ان سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، اس میں عید کی نماز پڑھنے کے لئے اجازت مل جاتی ہے اس لئے ان کو گرجا پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

نیز یہ حضرت کا ذاتی رجحان ہے اس کے لئے حضرت نے نہ کوئی فقہ کی عبارت پیش فرمائی نہ حدیث۔ اس طرح کے مسائل میں مفتیوں میں اختلاف ہوجاتا ہے۔

ہم نے بخاری کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل پیش کیا ہے۔ وہ گرجا میں جبکہ اس میں تمثال نہ ہو نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۶۲) یہ نفس گرجا کی بات ہے گرجا کے میدان کی نہیں، اگر گرجا میں کوئی کراہت نہیں تو گرجا کے میدان میں کیوں ہوگی، ہمارے خیال میں حضرت کے منع کرنے کی وجہ وہی ہے جو بیان کی گئی، ورنہ نفسِ نماز میں حضرت کو بھی کلام نہ رہا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

امداد الفتاویٰ کو ہندو پاک کے دارالافتاؤں میں جو مقام حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ یہ مفتیوں کا ماخذ ہے اس کے باوجود حضرت مفتی نظام الدین صاحب مدظلہ اور مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ کھیل کود کے میدان میں بھی نماز پڑھنے سے سنت ادا ہوگی اور یہ صحراء کے قائم مقام ہوں گے جیسا کہ ان کے فتاویٰ نقل ہوچکے۔ مفتی سعید احمد صاحب تو فتاویٰ امدادیہ کے محشّی ہیں، بلکہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان جو فتاویٰ امدادیہ کے مرتب اور حضرت تھانویؒ کے مریدِ خاص ہیں۔ ان کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمایئے۔ انہوں نے خاص ایک اسکول کے میدان میں جنوبی افریقہ کے لوگوں کو عیدین کی نماز پڑھنے کا مشورہ دیا اور شہر کے متصل

کوئی کھلا دوسرا میدان نہ ہونے کی صورت میں عیدگاہ کا ثواب ملنے کی تصریح فرمائی۔ سوال و جواب ملاحظہ ہوں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ یہاں ڈربن میں ہم مسلمانوں کی ایک شاندار عمارت ہے جس میں پرائمری اور ہائی اسکول ہیں ساتھ ہی دینی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ بچوں کے نماز پڑھانے کا بھی انتظام ہے اس شاندار عمارت کا اندرونی احاطہ بہت وسیع ہے جس میں پندرہ بیس ہزار آدمی سما سکتے ہیں۔ اس شہر میں کوئی عیدگاہ نہیں ہے مگر اس عمارت کے وسیع احاطہ کو دیکھتے ہوئے یہ خیال اراکین کو ہوا کہ عید کی نماز اس میں پڑھی جائے تو بہتر ہو چنانچہ مقامی علماء کی اجازت سے یہاں دو تین برس سے عید و بقرعید کی نمازیں ہوتی ہیں اس احاطہ میں اسکول کے اوقات میں بچے کھیلتے ہیں یہ دراصل اسکول کے کھیل کا میدان ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ (۱) اس میدان میں نمازِ عید ادا کرسکتے ہیں یا نہیں۔ (۲) عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے وہ اس میں نماز ادا کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے یا نہیں۔ (۳) اس میدان کو عیدگاہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ (۴) اب تک مسجدوں میں نمازیں ہورہی ہیں، یہ دو تین برس سے الگ لوگوں کے آنے کی وجہ سے انتظام کیا گیا ہے، جبکہ ہر مسجد میں عید کی نماز برابر ہورہی ہے تو کیا اس میدان میں عید کی نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہوگا یا مستقل عیدگاہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں عید کی نماز کا ثواب زیادہ ہوگا۔ امید ہے کہ ازروئے شرع اس کی تحقیق فرمائیں گے اور یہ بھی ظاہر فرمائیں گے کہ عیدگاہ کی کیا تعریف ہے؟

المستفتی
خادم محمد احمد حافظ جی موسیٰ
ڈربن نتال جنوبی افریقہ

دارالافتاء
دارالعلوم کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

الجواب ۱:- اس میدان میں نمازِ عید بلاشبہ ادا کرسکتے ہیں۔

الجواب ۲:- جبکہ شہر کے متصل کوئی اور کھلا میدان نمازِ عید کے مناسب نہ ہو تو اس میدان

میں بھی وہی ثواب ہوگا جو عیدگاہ میں ملتا ہے۔

الجواب ۳:- عیدگاہ کہنا تو اس پر موقوف ہے کہ کوئی خاص جگہ نماز کے لئے بنائی جائے اور یہ میدان ایسا نہیں اس لئے اس کو عیدگاہ تو عام حالات میں نہیں کہا جا سکتا، البتہ عید کی نماز کے وقت اس کا یہی حکم ہے۔

الجواب ۴:- مسجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت اس میدان میں نماز عید ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہوگا۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے۔ مسجدِ نبوی کی نماز اگر چہ پچاس ہزار نماز کے برابر ہے پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے لئے مسجد کو چھوڑ کر میدان میں نماز ادا فرماتے تھے۔

(مفتی) محمد شفیع دارالعلوم کراچی

بحمدہ تعالیٰ افتاء کے ماہرین کی تصریحات سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ مساجد کی بہ نسبت ایسے میدان بھی عید کی نماز کے لئے بہتر ہیں۔

۴۔ بڑے شہروں کے بارے میں پُرانی فقہ کی کتابوں میں کوئی تصریح نہیں ملی، اصل مسئلہ تو وہی ہے جو شروع میں ذکر ہوا کہ مصلّٰی آبادی سے باہر ایک طرف ہو لیکن ایسی جگہ میسّر نہ ہونے کی صورت میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فتوے کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ شہر کے اندر بھی کسی کھلی جگہ نماز پڑھنے سے عیدگاہ کا ثواب ملے گا۔ استفتاء میں ذکر کردہ اسکول شہر کے بالکل باہر نہیں نہ استفتاء میں اس کی کوئی تصریح ہے پھر بھی مفتی صاحب نے عیدگاہ کے ثواب کی تصریح فرمائی۔ مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ کا فتویٰ بھی شروع میں ذکر ہوا ہے۔ اس میں بھی بڑے شہروں میں اندرونِ شہر بڑے میدان میں پڑھنے کو لکھا ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۲، صفحہ ۱۱۹)

مفتی سعید احمد پالنپوری مدظلہٗ جو جنوبی افریقہ کا سفر کر چکے ہیں اسی طرح کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد۔ بہت بڑے شہروں میں جیسے لندن، جوہانسبرگ، ڈربن وغیرہ میں اگر شہر کے حدود کے اندر بھی کوئی صاف خالی جگہ میدان (Park) ہو تو وہ عیدین کی نمازیں ادا کرنے کے لئے صحراء (جنگل) کے حکم میں ہے۔ اسی طرح کھیل کا میدان یا کوئی اور وسیع قطعۂ زمین بھی صحراء کے قائم مقام ہوگا، مساجد میں عیدین کی نماز ادا کرنے سے بہتر اور افضل کسی ایسے ہی میدان میں مجتمع ہو کر اکٹھا نماز ادا کرنا ہے صحراء کو اختیار کرنے کی وجہ بڑے اجتماع کے لئے کافی جگہ کا انتخاب تھی اور وہ وجہ مذکورہ میدان میں متحقق ہے اور واقعی صحراء تک جانا بڑے شہروں میں بہت دشوار ہے اور اسی دشواری کے پیشِ نظر تعدّدِ جمعہ کی اجازت دی گئی ہے۔ بناءً علیہ عیدین میں بھی سہولت دی جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہٗ سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
خادم دارالعلوم دیوبند ۲۵ / صفر ۱۴۱۲ھ

سعید احمد پالنپوری

نیز مفتی نظام الدین صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مدظلہٗ بھی گنجائش بتا رہے ہیں، ان کے فتوے کا کچھ حصہ اوپر نقل ہو چکا ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے

اور جبّانہ سے مراد وہ میدان ہے جس میں نماز عیدین ادا کرنے کی عام اجازت ہو خواہ آبادی کے اندر ہو یا باہر ہو .... کیونکہ گھر سے محض نکل کر اکٹھا ہونے سے اظہارِ شوکت اور اظہارِ شعائرِ اسلام ہو جائے گا اور جبّانہ تک جانا محض سنّت ہے اور اس میں گنجائش صراحۃً مذکور ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ کتبہ نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند

مہر دارالافتاء
الجامعۃ الاسلامیہ، دارالعلوم دیوبند۔ ہند

الجواب صحیح
کفیل الرحمٰن

الجواب صحیح
حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ
محمد ظفیر الدین

ان حضرات کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ حدودِ شہر کے میدان میں بھی سنّت ادا ہوگی۔ واللہ اعلم۔

اللهم اصلح لنا ديننا الذى هو عصمة امرنا واصلح لنا دنيانا التى فيها معاشنا واصلح لنا آخرتنا التى فيها معادنا هذا والحمد لله اولاً وآخراً

والصّلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقه محمد والهٖ وصحبه وامته ومتبعیه اجمعین واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

فضل الرحمٰن اعظمی

آزادول، جنوبی افریقہ

۲۷ ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ

مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۹۲ء یوم الجمعہ

مولف مدظلہ کے مختصر حالات

ولادت و تعلیم :

ولادت ۱۳۶۶ھ کو مئو میں ہوئی۔ ابتدا سے اخیر تک تعلیم مئو ہی میں ہوئی اور ۱۳۸۶ھ میں مفتاح العلوم مئو سے فراغت حاصل کی، بعد فراغت مختلف کتابیں پڑھیں، قرأۃ سبعہ بھی، محدثِ کبیر مولانا حبیبُ الرحمٰن اعظمیؒ کی خدمت میں رہ کر فتاویٰ کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور افتاء کی مشق کی۔ مشہور اساتذہ میں محدث اعظمیؒ، مولانا عبداللطیف نعمانی رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرشیدؒ وغیرہم ہیں۔

تدریس و خدمات :

تین چار سال کے بعد مظہر العلوم بنارس میں تدریس شروع کی، مختلف کتابیں پڑھائیں جن میں مشکوٰۃ و ترمذی بھی ہیں۔ وہاں فتاویٰ نویسی کی خدمت بھی انجام دی، چار سال وہاں قیام رہا۔

پھر ۱۳۹۴ھ میں جامعہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں اکثر درسیات زیرِ تدریس رہیں، اخیر میں مشکوٰۃ، جلالین، طحاوی، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ بھی پڑھائیں۔ وہیں تاریخِ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بھی مرتب فرمائی جو طبع ہوچکی ہے۔ ۱۴۰۳ھ میں سبعہ عشرہ بھی پڑھائی اور مقدمہ علمِ قرأت بھی مرتب فرمایا۔ جس میں قرّاء عشرہ اور ان کے رواۃ کا تذکرہ بھی ہے۔

۱۴۰۶ھ میں مدرسہ اسلامیہ آزادول جنوبی افریقہ تشریف لائے۔ ۱۴۰۸ھ سے شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور بفضل اللہ مختلف کتابیں بخاری، ترمذی اور طحاوی زیرِ تدریس رہتی ہیں۔

کئی کتابیں اور رسائل بھی آپ نے تالیف فرمائے۔ جو اب طبع ہو رہے ہیں۔ بحمد اللہ تبلیغی خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، مختلف بلاد اور مقامات کے اسفار بھی ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے انگلینڈ، ہولینڈ، فرانس، استنبول، موریشش، ری یونین اور افریقہ کے دیگر ممالک، حرمین شریفین کی زیارت سے بھی باربار مشرف ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر

صاحب مدظلہٗ (خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی مدظلہٗ) کے خلیفہ بھی ہیں، بفضلِ رحمانی دین کے اکثر شعبوں میں محنت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ علم وعمل اور عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

عتیق الرحمٰن الاعظمی